AL-HAYAT Research Journal

HJRS HEC Journal Recognition System

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

Volume 3 Issue 3 (April-June 2026)

اسلامی تصوف اور بین المذاہب مکالمہ: صوفیانہ روایت کا ایک تجزیاتی جائزہ

Islamic Sufism and Interfaith Dialogue: An Analytical study of the Sufi Tradition

Arslan Shabbeer

PhD Scholar, Islamic Studies NCBA&E ALHAMRA University sub campus Bahawalpur

Visiting lecturer KFUEIT sub campus Rajan Pur. Email: arslanshabir445@gmail.com

Dr. Jamil Ahmad Sindhu

Assistant professor (Islamic studies)

NCBA&E ALHAMRA University sub campus Bahawalpur

Email: jamilsandhu72@gmail.com

Abstract:

The so-called developed era of the present age is afflicted with various problems such as religious hatred, bigotry, extremism, tension, civilizational clash, and intolerance. In an era full of such afflictions and sufferings, the need to promote dialogue, tolerance, and mutual respect among different religions and civilizations has grown more than ever before. In such circumstances, Islamic Sufism plays a significant role in fostering interfaith harmony and peaceful coexistence through its intellectual foundations, moral and spiritual teachings, and practical traditions. The noble Sufis, through their thoughts and actions, set excellent examples of love, tolerance, forgiveness, respect for humanity, and good conduct. These examples played a key role in bringing the followers of different nations, religions, and cultures closer to one another and creating an atmosphere of mutual trust.

The purpose of this research paper is to analyze the intellectual foundations of Islamic Sufism and the Sufi tradition, and to clarify to what extent Sufi thought has been effective in promoting interfaith dialogue and socio-economic harmony. This research reveals that the noble Sufis strove to resolve religious differences through dialogue, love, and ethical principles, rather than through conflict, terrorism, and warfare. Through their thoughts and actions, the Sufis rendered invaluable services in promoting religious harmony, tolerance, and coexistence in various regions, including the Indian subcontinent. Our research concludes that the Sufi tradition provides a highly effective intellectual and practical model for fostering religious harmony in the contemporary era.

Keywords:

Islamic Sufism, Interfaith Dialogue, Sufi Teachings, Religious Harmony and Tolerance, Coexistence, Respect for Humanity, Religious Hatred, Bigotry, Extremism, Terrorism

CC BY

تمہید:

تاریخ انسانی مختلف اقوام، ممالک، تہذیبوں، ثقافتوں اور مذاہب کے باہمی اشتراک سے عبارت ہے۔ بلاشبہ مذہب نے بنی نوع انسان کی اخلاقی و روحانی تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس کے باوجود مختلف ادوار میں مذہبی اختلافات بعض اوقات کشیدگی اور تصادم کا سبب بھی بنتے رہے ہیں۔ عصرِ حاضر میں عالمگیریت ذرائع ابلاغ کی وسعت اور بین الاقوامی روابط میں اضافے نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ایکدوسرے کے قریب ضرور کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہبی تعصبات، منافرت، انتہاء پسندی اور عدم برداشت جیسے مسائل نے گھمبیر صورتحال اختیار کرلی ہے۔

ایسے پُر کٹھن حالات میں بین المذاہب مکالمہ صرف اور صرف ایک معاشی و معاشرتی اور سماجی ضرورت نہیں، بلکہ بین الاقوامی سطح پر امن، مذہبی ہم آہنگی و رواداری انسانی بقائے باہمی کے لئے ناگزیر ہے۔ بین المذاہب مکالمے کا بنیادی مقصد مختلف اقوام، ممالک اور مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان باہمی احترامِ فکری و ثقافتی تبادلہ اور مشترکہ انسانی اقدار کو فروغ دینا ہے۔ اسلامی روایات میں اس تصور کی بنیاد قرآن مجید، سیرت نبوی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صوفیا کرام کی عملی تعلیمات میں نمایاں طور پر موجود ہے۔

اسلامی تصوف دین اسلام کے اخلاقی اور روحانی پہلو کی نمائندگی کرتا ہے۔ تصوف کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس، اصلاح باطنی، قرب الہیٰ، احترام انسانیت اور حسن اخلاق کا فروغ ہے۔ صوفیاء کرام نے اپنی تعلیمات اور عمل کے ذریعے سے حسن سلوک، احترام انسانیت اور معاشی و معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ و ترویج اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے مابین بہتر اور پُر امن تعلقات کے قیام میں صوفیاء کرام کی گراں قدر خدمات تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

بقول حضرت نظام الدین اولیاءؒ

"اگر تم نے اپنے راستے میں کانٹے بچھانے والوں کے لئے بھی کانٹے ہی بچھائے تو دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔"[1]

صوفیانہ روایات کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اس میں انسان کو محض مذہبی شناخت کی بنیاد پر نہیں بلکہ بحیثیت انسان اولاد آدم اہمیت دی جاتی ہے۔ یہی بنیادی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام کی خانقاہیں مختلف اقوام، مذاہب، نسلوں اور طبقات کے لوگوں کے لیے یکساں طور پر کھلی رہتی تھیں۔ ان مراکز نے مذہبی ہم آہنگی و رواداری، سماجی مساوات اور اخوت انسانی کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی نے صوفیائے کرام کے مشن بارے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

"صوفیائے کرام کا مطلوب خلقِ خدا کو حضور ﷺ کے دین کا فرمانبردار بنانا ہوتا ہے۔ دین کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت ہی انکا مقصود ہوتا ہے۔ صوفی قرآن و سنت دونوں پر چلتا ہے، یعنی اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول ﷺ کو شعار بناتا ہے ورنہ موجودہ دور پُر فتن میں لوگوں کو جن ڈھونگی صوفیوں اور پیروں کا سامنا ہے وہ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ سے غافل ہیں۔"[2]

حقیقی صوفی کا اوڑھنا بچھونا اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ارشادِ ربانی:

﴿"قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"﴾۔[3]

"اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا ہے اور نہایت مہربان ہے۔"

یہ تحقیقی مضمون اسلامی تصوف اور بین المذاہب مکالمے کے باہمی تعلق کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ یہ مضمون اس صوفیانہ روایت کی عکاسی کرتا ہے کہ مختلف مذاہب کے درمیان خوشگوار پر امن تعلقات استوار کرنے اور مذہبی ہم آہنگی و رواداری میں کس طرح مؤثر کردار ادا کیا۔

CC BY

تصوف، مفہوم، ارتقاء اور فکری بنیادیں:

اسلامی مروجہ علوم میں تصوف ایک ایسی روحانی روایت کا نام ہے جس کا بنیادی مقصد انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح، تزکیہ نفس، عشق رسول ﷺ اور قرب الٰہی کا حصول ہے۔ اگرچہ تصوف کی اصطلاح بعد کے زمانے میں رائج ہوئی، تاہم اس کی فکری بنیادی فکریں قرآن حکیم، سیرت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں موجود ہیں۔ تصوف دراصل اسلام کے اس اخلاقی و روحانی پہلو کی نمائندگی کرتا ہے۔ جو انسان کو محض ظاہری عبادات تک محدود رکھنے کی بجائے اس کے ظاہر و باطن کی پاکیزگی اور اخلاقی و روحانی اقدار پر زور دیتا ہے۔

تصوف کی اصطلاحی تعریف:

تصوف کی اصطلاحی تعریف کے حوالے سے کئی اقوال موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر صوفی نے اپنے مقام و مرتبہ اور حالات و واقعات کے اعتبار سے اس کی تعریف کی ہے۔ ذیل میں چند ایک تعریفات بیان کی جا رہی ہیں۔

بقول امام باقرؒ:

"تصوف اخلاق کا نام ہے۔ جس کے عادات و اخلاق اچھے ہوں گے وہ بہتر صوفی ہو گا"۔[4]

بقول ابو حفص حداد نیشاپوریؒ:

"تصوف تمام کا تمام ادب ہے"۔[5]

بقول جنید بغدادیؒ:

"تصوف یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی سے بھی کوئی تعلق نہ رکھا جائے"۔[6]

بقول نارویم بن احمدؒ:

"تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اپنے رب کی مرضی پر چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس سے کام لے"۔[7]

بقول ابو الحسن قنادؒ:

"صوفی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتا ہے"۔[8]

تصوف کی بنیادی فکریں:

قرآن و سنت میں تصوف کے اصول اور فکری بنیادیں موجود ہیں، بلکہ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے نظام تزکیہ نفس کا دوسرا نام تصوف ہے۔

تصوف کی چند فکری بنیادیں درج ذیل ہیں۔

تزکیہ قلوب:

تصوف میں تزکیہ قلوب کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وہ عمل ہے جسے نبوت کے فرائض میں شامل کیا گیا ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

ارشادِ ربانی:

OPEN ACCESS

﴿"لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ"﴾ [9]

"بے شک اللہ نے ایمان لانے والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

قربِ خداوندی کا حصول:

قربِ خداوندی کا حصول تصوف کی بنیاد ہے۔ تصوف میں خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول صوفیاء کرام کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ ان کی عبادات و ریاضیات رضائے الٰہی کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ عبادات و ریاضیات کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کا مقصد قرار دیا ہے۔

ارشادِ ربانی:

﴿" وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ "﴾ [10]

"اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔"

تفسیر الخازن میں اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی گئی ہے کہ

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس کی طلب میں منہمک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا، بلکہ انہیں اس لیے بنایا ہے کہ وہ میری عبادت کریں اور انہیں میری معرفت حاصل ہو۔" [11]

عالم کائنات اور عالم بالا میں ہمیشہ باقی رہنے والی ذات صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ باقی ہر شئے کو فناء ہے۔ اسی ذات حقیقی و ابدی کا حصول تمام بنی نوع انسان کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ اسی مقصد کی تکمیل اور معرفت الٰہی کے بلند سے بلند ترین مدارج کے حصول کے لئے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ غارِ حرا میں خلوت کی حالت میں محوِ عبادت رہا کرتے تھے۔

تصوف کی بنیادی تعلیمات یہ ہیں کہ اللہ رب العزت کے علاوہ اس عالم کائنات اور عالم بالا میں ہر شئے فانی اور زوال پذیر ہے۔ حقیقی و ابدی وجود صرف ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کو بھی دوام حاصل نہیں ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد وہ روایت ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ارشادِ نبوی ﷺ:

﴿"اَصدَقُ كَلِمَةٍ قَا لَهَا الشَّاعِرُ: كَلِمَةُ لَبِيدٍ اَ لَا كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ"﴾ [12]

"سچی ترین بات جو کسی نے کہی ہے وہ لبید شاعر کی بات ہے کہ آگاہ ہو جاؤ اللہ کے سوا ہر شئے باطل ہے۔"

ریاکاری سے پاک عبادت و ریاضت:

تصوف کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت و ریاضت اس طرح خلوص دل سے کی جائے کہ اس کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو نہ کہ عوام میں شہرت اور پذیرائی حاصل کرنا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی کیفیت کو احسان کا نام دیا ہے۔

حدیث قدسی:

(("الاِ حْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنّ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِ نَّهُ يَرَاكَ۔")) [13]

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھ رہا تو کم از کم یہ یقین پیدا کرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

cc BY

عشق و محبت کا مرکز صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ:

تصوف کی تعلیمات میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان کو چاہیے دنیا میں رہ کر دنیا سے دل نہ لگائے، بلکہ ایک مسافر کی طرح اپنی زندگی گزرے۔ اپنے دل کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا و منشاء اور خوشنودی حاصل کر نیکی طرف مبذول رکھے۔ تصوف سے انسان کو میسر پر قناعت اور صبر و شکر کی تعلیم ملتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ:

(("اَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعضِ جَسَدِی فَقَالَ: "یَا عَبْدَ اللّٰهِ کُنْ فِی الدُّ نیَا کَا نَّکَ غَرِیبٌ، اَ وْ عَابِرُ سَبِیلٍ، وَاعدُ دْ نَفْسَکَ فِی الْمَوْ تیَ")) [14]

"رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کے ایک حصہ کو پکڑا اور فرمایا اے عبد اللہ! دنیا میں ایسے ہو جاؤ جیسے تو اجنبی یا مسافر ہے اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر"۔

تصوف کی تعلیمات:

اسلامی تصوف محض چند روحانی اذکار و عبادات یا انفرادی ریاضتوں تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہمہ گیر اخلاقی و روحانی اور معاشی و معاشرتی فکر کا نام ہے، جو انسان کے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح اور پاکیزگی کا داعی ہے۔ صوفیاء کرام نے قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں ایسی فکری و عملی اخلاقی اور روحانی روایات کو فروغ دیا جن کا بنیادی نقطہ انسان کو قربت الہٰی کیساتھ ساتھ مخلوق خدا کی محبت، احترام انسانیت اور حسن معاشرت کی طرف متوجہ کرانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیانہ تعلیمات میں محبت، اخوت، رواداری، عفو و درگزر، خدمت خلق، احترام، اختلافِ رائے اور دلجوئی جیسے اعلیٰ اوصاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

صوفیاء کرام نے اپنی فکر اور عمل کے نہ صرف اخلاقی تربیت، بلکہ معاشرے میں امن، مذہبی ہم آہنگی، برداشت اور بقائے باہمی میں فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان تعلیمات نے مختلف مذاہب، ثقافتوں اور طبقات کے درمیان باہمی تعاون اور احترام انسانیت کے جذبات کو پروان چڑھایا۔ ذیل میں تصوف کی چند عملی تعلیمات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ جنھوں نے امن و آشتی اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا۔

صوفیاء کرام کے نزدیک انسان کی عزت و تکریم سب سے مقدم رہی ہے۔ اہل اللہ کی نظر میں چاہے کوئی مسلمان ہو یا کافر و مشرک، نیکوکار ہو یا گنہگار وہ سب کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کا کنبہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قرآن مجید میں اس کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ارشاد ربانی:

﴿" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ "﴾ [15]

"اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی"۔

مسند امام احمد کی ایک روایت میں بھی انسانیت کی عزت و تکریم اور توقیر کو مذہب کی تقسیم سے ہٹ کر بیان کیا گیا ہے۔

"حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن حنیف اور سعد بن قیس ایک مرتبہ قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران کچھ لوگ جنازہ لیکر گزرے یہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ کسی نے کہا یہ اسی علاقے کے رہنے والوں میں سے تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ لیکر گزرے تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوگئے کسی نے کہا یہ تو یہودی کا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا وہ انسان نہیں تھا"؟

عہدِ حاضر کی اخلاقی برائیوں میں حسد، بغض، لالچ، لسانی و نسلی تعصبات، مذہبی منافرت اور انتہاء پسندی اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے عدم برداشت، جنگ و جدل اور دہشت گردی جیسے اخلاق رذیلہ سماج کی بقاء کے لئے خطرہ ہیں۔

CC BY

صوفیاء کرام نے ہمیشہ اپنی زندگیوں میں تعصبات اور منافرت کو کم کر کے انسان دوستی کا سبق دیا۔ وہ کسی سے بھی مذہب، عقیدہ، نظریہ، زبان یا خطہ کی بنیاد پر تعصب نہیں رکھتے تھے۔ صوفیاء کرام کے رویوں اور افکار و کردار میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق حسنہ کی جھلک نظر آتی تھی۔ صوفیاء کرام نے مذہبی و معاشی معاملات میں رواداری، وسعت نظری، کشادہ دلی، امن و آشتی اور انسان دوستی کا پیغام دیا۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی نے اپنے ایک خلیفہ کو خط لکھ کر یوں نصیحت فرمائی۔

"فیض دینی و دینوی بہ عالم رسایند و ہم حلاوت و عیش خود خدائے آل بندگاں باید کرد"

"یعنی دینی اور دنیاوی فیض دنیا کو پہنچاؤ، اپنا عیش و آرام اور راحت انسانوں پر فدا کرو"۔[16]

سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ تمام انسان خواہ وہ جس مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہوں ان سب کا خالق و مالک وہی ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت میں مسلمان، کافر، مشرک اور ملحد سب شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بنی نوع انسان کے لئے یہ صفت مبارکہ وحدت کا درس دیتی ہے۔

صوفیاء کرام نے دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق غیر مسلموں کیساتھ حسن سلوک کا درس دیا۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دیں ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کو تحفظ دیا جائے نیز یہ کہ غیر مسلموں کو ہر طرح کی سیاسی، سماجی اور مذہبی آزادی دی جائے۔

ارشاد ربانی:

﴿"وَلَا تَسۡتَوِي ٱلۡحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُۚ ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ"﴾[17]

"نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، برائی کو ایسے طریقے سے ٹال، جو اچھا ہو، تب وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہو، ایسے ہو جائے گا گویا کہ وہ تیرا گہرا دوست ہے"۔

صوفیاء کرام دین اسلام کی روح کو لیکر چلنے والی جماعت ہیں۔ انہوں نے اپنی علمی اور عملی تعلیمات کے ذریعہ یہ پیغام دیا کہ کسی کو بھی نقصان نہ پہنچاؤ سب کیساتھ اچھا سلوک کرو اگر کسی نے تکلیف پہنچائی تو اسے برداشت کرو برائی کا جواب برائی کے بجائے نیکی سے دو یہ پیغام مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے برابر تھا۔

بقول خواجہ نظام الدین اولیاءؒ:

مہر کہ مارا رنجہ دارد اشتی بسیار باد
و آنکہ مارا خوار دارد ایزد اورا یار باد
مہر کہ او فارے نہد در راہ من از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشکفد بے خار باد

"جو شخص ہم سے رنج رکھے اسے بے انتہاء راحت پہنچے اور جو ہمیں ذلیل و خوار رکھے خدا اس کا مددگار ہو جو ہماری راہ میں دشمنی کی وجہ سے کانٹا رکھے خدا اس کے باغ عمر کا ہر پھول ہمیشہ تازہ و شگفتہ رکھے"۔[18]

صوفیاء کرام نے اپنے فکر و عمل کے ذریعے مذاہب، عقائد، عبادات، نظریات، رنگ و نسل، وطن اور زبان کی عصبیت کا شکار ہوئے بغیر تحمل، بردباری، رواداری اور عفو و درگزر کو فروغ دیا۔ عوام میں عموماً یہ دستور پایا جاتا ہے کہ اچھوں کیساتھ اچھائی اور بروں کیساتھ برائی سے پیش آتے ہیں۔ اس کے برعکس صوفیاء کرام کا یہ دستور ہے کہ وہ اچھوں کیساتھ اچھے اور بروں کے ساتھ بھی اچھے ہوتے ہیں۔ وہ مخالفین کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکالیف کو صبر اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم دیا ہے۔

ارشاد ربانی:

CC BY

﴿"فَٱصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُوْلُواْ ٱلۡعَزۡمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِل لَّهُمۡۚ"﴾ [19]

"تو (اے حبیب ﷺ) صبر کیجیے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کافروں کے لئے جلدی نہ کرو"۔

بر صغیر پاک وہند میں در حقیقت اسلامی تعلیمات کا فروغ صوفیاء کرام کی بے مثل شخصیت اور اعلیٰ اخلاقی کردار کا مرہون منت ہے۔ انہوں نے اپنی تربیت کا محور عفو و در گزر، محبت و اخوت، رواداری اور مخلوق خدا کی خدمت کو بنایا۔ جس سے معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ ملا۔

صوفیاء کرام کی خانقاہوں نے سماجی و روحانی رہنمائی اور خدمت خلق کے ذریعہ مذہبی تقسیم سے بالاتر ہو کر ایک جامع اور مذہبی لحاظ سے ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دینے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ خاص طور پر داتا گنج بخش، خواجہ معین الدین، بابا بُلھے شاہؒ اور خواجہ غلام فریدؒ انہوں نے اپنی خانقاہوں کو ہر خاص و عام کے لئے کھلا رکھا اور لوگوں کو انسانیت کی بنیاد پر یکجا کرتے ہوئے بین المذاہب ہم آہنگی کو پروان چڑھایا۔

صوفیاء کرام حساس طبیعت اور درد دل رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں جب کبھی بھی مخلوق خدا کو تکلیف پہنچے وہ اسے اپنی تکلیف سمجھتے ہیں اور بے چین و بے قرار ہو جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا مقصد ہی مخلوق خدا کو نفع پہنچانا ہوتا ہے۔

ارشاد ربانی:

﴿"فَأَمَّا ٱلزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءًۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِي ٱلۡأَرۡضِۚ"﴾[20]

"جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور جو (پانی) لوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے"۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ بنی نوع انسانیت کو نفع پہنچانے کی تاکید کی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ:

(("خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ"))[21]

"لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے"۔

اختلاف رائے کا احترام:

دین اسلام میں ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ہر کسی کو اختلافِ رائے کا حق حاصل ہے۔ کسی پر بھی اپنی مرضی، خواہش، پسند ناپسند یا فیصلہ لاگو نہیں کر سکتے۔ اسی نظریہ کے تحت صوفیاء کرام نے ہمیشہ صبر و تحمل، برداشت، رواداری، عفو و در گزر، صلہ رحمی، اخوت و محبت اور احترام انسانیت کا درس دیا۔

اللہ رب العزت نے جس طرح انسان کو ایک آدم کی اولاد ہونے کے باوجود اس کے رنگ، قد و قامت، جسمانی ساخت، آواز اور سوچ میں فرق رکھا ہے اسی طرح انداز فکر میں بھی فرق واقع ہوا ہے۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر اختلافِ رائے ہو تو ایک ٹھیک ہو گا اور دوسرا غلط۔

صوفیانہ روایت اور بین المذاہب مکالمے کے اصول:

بین المذاہب مکالمہ دورِ حاضر میں مختلف ممالک، اقوام، مذاہب کے درمیان باہمی افہام و تفہیم، احترام آدمیت، تعاون، امن و آشتی اور مذہبی ہم آہنگی و رواداری کے فروغ کا ایک مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر "بین المذاہب مکالمہ "بطور اصطلاح دور جدید میں زیادہ نمایاں ہوئی، تاہم اس کے بنیادی اصول اسلامی تعلیمات اور صوفیانہ روایات میں صدیوں سے موجود ہیں۔ صوفیانہ کرام نے اپنے افکار و کردار کے ذریعے سے ایسا معاشرتی ماحول تشکیل دیا جس میں مختلف مذاہب کے پیروکار امن و آشتی، خوشحالی، باہمی احترام اور رواداری سے زندگی بسر کر سکیں۔

CC BY

اصول تعارف وشناخت:

بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے لئے اس کا پہلا اور بنیادی نقطہ یہ ہے کہ مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے ماننے والے ایک دوسرے کے عقائد و نظریات وثقافت اور روایات کو سمجھنے اور جاننے کی کوشش کریں۔ اکثر اوقات مذہبی کشیدگی، منافرت، تعصب اور غلط فہمیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب ایک مذہب کے پیروکار دوسرے مذاہب کے عقائد، نظریات، طرز فکر، ثقافت وروایات سے ناواقف ہوں۔

صوفیاء کرام کے نزدیک اولاد آدم کے مابین اختلافات کو ختم کرنیکا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھا جائے، ان کے حالات زندگی، افکار، کردار، روایات، ثقافت اور مذہبی عقائد کو جانا جائے اور ان کے ساتھ براہِ راست انسانی تعلق قائم کیا جائے۔

قرآن مجید نے انسانی نوع کو اللہ تعالیٰ کی حکمت قرار دیا ہے۔ مختلف اقوام اور قبائل کی تخلیق کا مقصد باہمی تعارف وتعاون بیان کیا ہے۔

ارشادِ ربانی:

﴿"يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ"﴾[22]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو، بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے"۔

قرآن مجید کے اس تصور کی روشنی میں صوفیاء کرام نے مختلف اقوام، مذاہب، روایات اور ثقافتوں کے حامل لوگوں سے پُر امن تعلقات استوار کیے اور ان کیساتھ مکالمے کے دروازے کھلے رکھے۔ برصغیر کے صوفیاء کرام کی خانقاہیں اس نظریے کی عملی تصویر پیش کرتی تھیں، جہاں مختلف مذاہب کے افراد بلاامتیاز رنگ و نسل، نظریات وعقائد سب آتے، بیٹھے، گفتگو کرتے اور ایک دوسرے سے آگاہی حاصل کرتے تھے۔ اس طرح صوفیاء کرام کی روایت نے تعارف کو صرف سماجی ضرورت نہیں بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی کے بنیادی اصول کے طور پر فروغ دیا۔

اصول مشترکات کی تلاش:

صوفیاء کرام کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ وہ اختلافات کی بجائے مشترکہ انسانی اخلاقی اقدار کو بنیاد بنا کر تعلقات استوار کرتے ہیں۔ صوفیاء کرام اس حقیقت سے آشکار تھے کہ مختلف مذاہب کے مابین اعتقادی، نظریاتی اور فقہی اختلافات اپنی جگہ موجود رہیں گے، تاہم ان سب اختلافات کے باوجود بھی متعدد ایسی مشترکہ اخلاقی اقدار موجود ہیں جن پر کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ متفق ہوسکتے ہیں۔ مثلاً عدل، رحم، محبت، اخلاق، سچائی، خدمت خلق، خیر خواہی، صلہ رحمی، عفوو درگزر اور احترام انسانیت ہیں۔ یہی وہ مشترکہ اقدار بین المذاہب مکالمے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

قرآن مجید اہل کتاب کو دعوت دیتے ہوئے مشترکہ اقدار کی طرف آنے کی تلقین کرتا ہے۔

ارشادِ ربانی:

﴿"قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ"﴾[23]

"کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں"۔

CC BY

صوفیاء کرام نے قرآن مجید کے اسی منہج کو اپنی عملی فکر اور تعلیمات کا حصہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام کی دعوت مختلف مذاہب کے پیروکاروں میں قبولیت حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ عہد حاضر میں بھی بین المذاہب مکالمے کی کامیابی کا انحصار مذہبی اختلافات کے بجائے مشترکہ انسانی اقدار کو بنیاد بنا کر تعلقات استوار کیے جائیں۔

اصول عدم جبر:

بین المذاہب مکالمے کی کامیابی کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکار لوگ ایک دوسرے کی آزادی فکر اور آزادی عقیدہ و نظریہ کو کھلے دل سے تسلیم کریں۔ صوفیاء کرام کے نزدیک ایمان ایک دلی کیفیت کا نام ہے، جس کا تعلق انسان کے باطن سے ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ دعوت و تبلیغ جس چیز یا طاقت کی بجائے رضاو منشاء، محبت، رواداری اور احترام آدمیت کے اصولوں کو ترجیح دی۔

ارشاد ربانی:

﴿"لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ "﴾[24]

"دین میں کوئی جبر نہیں"

صوفیاء کرام نے قرآن مجید کی انہی تعلیمات کی روشنی میں بنی نوع انسان کو ان کے ضمیر اور فکری آزدی کا احترام دیا۔ یہی اصول بین المذاہب مکالمے میں اعتماد سازی، امن اور خوشگوار تعلقات کے قیام میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

اصول حُسنِ استماع:

بین المذاہب مکالمے کا بنیادی تقاضا صرف اپنی بات کہنا نہیں ہے، بلکہ دوسروں کی بات کو بھی توجہ، احترام کیساتھ سننا اور برداشت کرنا بھی ہے۔ صوفیاء کرام کی روایات میں حُسنِ استماع کو غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے۔ صوفیاء کرام مختلف مذاہب کے پیروکار لوگوں کا موقف کھلے دل سے سنتے، حالات کا بغور جائزہ اور ان کے شبہات و سوالات کو سنجیدگی سے حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی اصول حسن استماع مئوثر مکالے کی بنیاد تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اہل ایمان کی صفت یوں بیان کی ہے۔

ارشاد ربانی:۔

﴿" وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى‌ۚ-فَبَشِّرْ عِبَادِۙ - الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗؕ-اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ"﴾[25]

"اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا انہیں کے لیے خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنادو۔ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں"۔

صوفیاء کرام کے اس وصف کے تحت جب مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کی بات کو وسیع القلبی سے سنتے ہیں تو غلط فہمیوں کا ازالہ ممکن ہوتا ہے اور باہمی اعتماد کا رشتہ مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔ فی زمانہ بین المذاہب مکالمے کی کامیابی کے لئے یہ اصول غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

اصول احترام مقدسات:

صوفیاء کرام کے ہاں مختلف مذہبی مقدسات کے احترام کو بنیادی، اخلاقی اہمیت حاصل ہے۔ صوفیاء کرام اس بات کی تلقین کیا کرتے تھے کہ مکالمے کی فضاء اس وقت تک کارگر ثابت نہیں ہو سکتی، جب تک مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے مذہبی شعائر اور مقدسات کا احترام نہ کریں۔ مذہبی منافرت، تعصب، توہین اور تحقیر نہ صرف باہمی تعلقات کو کشیدہ بنادیتی ہے بلکہ ایک مؤثر مکالمے کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

ارشادِ ربانی:

﴿"وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ-كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۪-ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ"﴾[26]

"اور اُنہیں برا بھلانہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کر دیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو وہ کرتے تھے"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے انتہائی اہم اصول فراہم کیا ہے۔ صوفیاء کرام نے اس اصول کو عملی زندگی میں لاگو کرتے ہوئے دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے سے گریز کیا، جس سے احترام و شائستگی پر مبنی رویوں کو فروغ ملا۔

اصول عملی نمونہ:

صوفیاء کرام نے اپنی زندگیوں میں سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہو کر لوگوں کیساتھ حسن سلوک، حسن معاشرت اور حسن اخلاق والا معاملہ اپنایا تھا۔ صوفیاء کرام نے اپنی دعوت کو واعظ تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اپنی زندگیوں کو اخلاق نبوی ﷺ کا عملی مظہر بنایا۔

ارشاد نبوی ﷺ:

"((إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق[27]."))

"مجھے تو صرف اس (مقصد) کے لیے مبعوث کیا گیا کہ اخلاقی اقدار کی تکمیل کر سکوں۔"

اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں یوں فرمایا ہے۔

ارشادِ ربانی:

﴿"وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ"﴾[28]

"اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو"

خواجہ معین الدین چشتی، بابا فرید گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، علی ہجویری، بابا بلھے شاہ اور خواجہ غلام فرید کی زندگیوں کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان صوفیاء کرام کی ہر خاص و عام میں مقبولیت کی وجہ ان کا کردار اور حسن سلوک تھا۔ یہی عملی نمونہ مختلف مذہبی طبقات کے درمیان اعتماد کی فضاء پیدا کرنے اور بین المذاہب مکالمے کو مؤثر بنانے کا ذریعہ بنا تھا۔

اس طرح برصغیر کی صوفیانہ روایت صرف ایک روحانی تحریک نہیں تھی، بلکہ ایک منظم انداز میں سماجی اور تہذیبی قوت تھی۔ اس روایت نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان باہمی احترام، امن، بین المذاہب مکالمہ، مذہبی ہم آہنگی و رواداری اور بقائے باہمی کے فروغ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

صوفیانہ روایات میں خانقاہی نظام محض روحانی تربیت کے مراکز نہیں رہے، بلکہ یہ معاشی و معاشرتی اصلاح، خدمت خلق، احترام انسانیت اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کا بھی ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوئے۔ برصغیر میں صوفیاء کرام نے اپنی خانقاہوں کو ایسے مثالی مراکز کی حیثیت دی جہاں مذہبی تسلی، ملکی، ثقافتی اور

CC BY

طبقاتی تفریق کے بغیر تمام افراد کو بحیثیت انسان یکساں احترام ملتا تھا۔ ان خانقاہوں پر آنے والے افراد سے ان کے مذاہب یا طبقاتی تقسیم کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ وہاں پر لنگر، رہائش، تعلیم، اخلاقی و روحانی تربیت اور معاشی و معاشرتی معاونت جیسی خدمات بلا امتیاز فراہم کی جاتی تھیں۔ صوفیاء کرام کا یہی احسن طرز عمل مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان اعتماد، رواداری، باہمی تعاون اور حسن تعلقات کے فروغ کا سبب بنا۔

صوفیاء کرام کی خانقاہیں عملی طور پر رواداری، مساوات اور احترام انسانیت پر مبنی اعلیٰ درسگاہیں تھیں۔ ان خانقاہوں میں انسان کو صرف اور صرف انسان ہونے کے ناطے سے عزت دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان درسگاہوں نے مذہبی منافرت، تعصب، کشیدگی میں کمی اور بقائے باہمی کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھ جانے کے قابل ہے۔

اختلاف انسانی معاشرے کا فطری مظہر ہے:

اختلاف انسانی زندگی اور معاشرے کا ایک ناگزیر اور فطری پہلو ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ایک جیسی سوچ، مزاج، صلاحیت اور فہم سے نہیں نوازا، بلکہ ان کے درمیان تنوع اور اختلاف کو اپنی حکمت کا عملی حصہ بنایا ہے۔ یہی فکری اختلاف انسانی معاشروں کی علمی اور تہذیبی ترقی کا سبب ہے۔ اگر تمام اولاد آدم فکر و نظریہ کے اعتبار سے ایک جیسے ہوتے تو علمی ارتقاء ممکن نہیں تھا اور نہ ہی انسانی تجربات و افکار میں وسعت ممکن تھی۔ اس لیے اختلاف ہونا کوئی منفی شئے نہیں ہے، بلکہ اس کا مثبت یا منفی پہلو اس بات پر ہے کہ اسے کس انداز میں برتا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تنوع اور اختلاف کو ایک فطری حقیقت کے طور پر بیان کیا ہے۔

ارشاد ربانی:

﴿"وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ"﴾[29]

"اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے"

اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف انسانی معاشرے کی فطرت کا حصہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیعت کے مطابق ہے۔ اس لیے اختلاف کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس اختلاف کو مثبت، تعمیری، اصلاحی اور مہذب حدود کے اندر رکھنا ضروری ہے۔

خاتم النبیین، رحمت اللعالمین حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں اختلاف کے باوجود احترام انسانیت اور حسن معاشرت کی بہترین مثال موجود ہے۔ آپ ﷺ نے مختلف مذاہب، اقوام اور قبائل کے لوگوں کے ساتھ معاملات میں ہمیشہ عدل، برداشت، رواداری اور حکمت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد میثاق مدینہ اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والا معاشرہ اس بات کا عملی مظہر تھا، جہاں مختلف مذہبی اور سماجی گروہ ایک ہی سیاسی و معاشرتی ڈھانچے میں باہمی احترام اور تعاون کیساتھ زندگی گزار سکتے تھے۔

صوفیاء کرام نے اختلاف رائے کو دشمنی، تعصب یا نفرت کا جواز نہیں بنایا۔ ان کی یہ فکری تعلیمات تھیں کہ مذہبی اختلافات کے باوجود انسانوں کے درمیان محبت، احترام اور حسن سلوک کے رشتہ پروان چڑھنے چاہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیانہ روایت میں برداشت، رواداری، عدل، احترام انسانیت، احترام اختلاف رائے اور بین المذاہب مکالمے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ صوفیاء کرام نے اختلاف کو کشیدگی کا ذریعہ بنانے کی بجائے افہام و تفہیم مکالمے اور روحانی و اخلاقی ارتقاء کا ذریعہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی اور بقائے باہمی کو فروغ ملا۔

موجودہ ترقی یافتہ دور مذہبی منافرت، انتہاء پسندی، عدم برداشت، فرقہ واریت، جنگ و جدل، دہشتگردی اور تہذیبی تصادم جیسے گھمبیر مسائل سے دوچار ہے۔ بین الاقوامی سطح پر مختلف مذاہب، ممالک، اقوام اور ثقافتوں کے درمیان بڑھتے ہوئے روابط نے باہمی تعاون اور سفارت کاری کو فروغ دیا ہے۔ ایسے حالات میں بعض فکری، ثقافتی اور مذہبی نظریات نے امن و استحکام اور بقائے انسانی کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

ایسے پُر فتن حالات میں صوفیانہ روایت ایک متوازن مثبت اور تعمیری و فکری نمونہ فراہم کرتی ہے۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات اور عملی زندگیاں انسان دوستی، رواداری، مساوات، خدمت خلق، احترام اولاد آدم اور حسن اخلاق جیسے اعلیٰ اصولوں پر مبنی ہیں۔ جو آج بھی معاشرتی اور مذہبی ہم آہنگی کے فروغ میں مئوثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں بین المذاہب مکالمے کی کامیابی کا انحصار صرف نظری مباحث پر نہیں بلکہ ایسے عملی رویوں پر ہے جو مختلف مذاہب کے درمیان اعتماد پیدا کر سکیں۔ صوفیانہ روایت اسی اعتماد سازی، احترام انسانیت اور اخلاقی اوصاف کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں صوفیانہ فکر کو امن، رواداری، معاشی و معاشرتی استحکام، مذہبی ہم آہنگی ورواداری اور بقائے باہمی کے فروغ کے طور پر شامل نصاب کریں اور اس پر تحقیقی کام کو آگے بڑھایا جائے۔

خلاصہ بحث:

اسلامی تصوف دین اسلام کی روحانی، اخلاقی، فکری اور اصلاحی روایات کا شاہکار ہے۔ جس نے مختلف ادوار میں مسلمانوں کی ظاہری و باطنی اور اخلاقی تربیت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصوف نے انسانی معاشروں میں امن و آشتی، محبت، رواداری، مذہبی ہم آہنگی اور بقائے باہمی کے فروغ میں بنیادی خدمات انجام دی ہیں۔ زیر نظر تحقیقی مضمون میں اسلامی تصوف اور بین المذاہب مکالمے کے باہمی تعلق کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صوفیانہ روایت صرف ایک روحانی نظام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا جامع، اخلاقی، روحانی اور سماجی وصف ہے جو مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے درمیان مثبت تعلقات، باہمی احترام، فکری و عملی سوچ اور تعمیری مکالمے کی مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

اس تحقیقی مضمون سے یہ بات واضح ہوئی کہ تصوف کی بنیاد تزکیہ نفس، معرفت الہیٰ، احسان، حسن اخلاق اور خدمت خلق جیسے اعلیٰ پائے کے اصولوں پر قائم ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضاو خوشنودی صرف ظاہری عبادات سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے لئے انسان کو اپنے باطن کی پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف اختیار کرنا ضروری ہیں۔ یہ صوفیانہ تعلیمات انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشی و معاشرتی استحکام، مذہبی آہنگی اور بقائے باہمی کے فروغ میں مئوثر کردار ادا کرتی ہیں۔

برصغیر میں صوفیاء کرام نے اپنی خانقاہوں کو روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ سماجی خدمت، مساوات اور مذہبی رواداری و ہم آہنگی کے مراکز میں تبدیل کیا۔ ان خانقاہوں میں مذہب، رنگ، نسل، زبان اور طبقاتی تقسیم کے بغیر اولاد آدم کو عزت و احترام دیا جاتا تھا۔ صوفیاء کرام کا یہ مثبت کردار مختلف مذاہب کے درمیان اعتماد سازی اور سماجی استحکام کا سبب بنا۔

عصرِ حاضر میں دنیا مذہبی منافرت، انتہاء پسندی، تعصب، فرقہ واریت، عدم برداشت، جنگ و جدل، دہشتگردی اور سماجی انتشار جیسے گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ ایسے کٹھن حالات میں صوفیانہ روایت ایک متوازن اور مئوثر فکری و عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات اس امر کی رہنمائی کرتی ہیں کہ مذہبی اختلافات کے باوجود مشترکہ اخلاقی اقدار کو بنیاد بنا کر ایک پُر امن، باوقار، باہمی احترام پر مبنی اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ موجودہ مصائب و آلام سے بھرپور حالات میں بین المذاہب مکالمے کی کامیابی کے لئے صرف نظری مباحث کافی نہیں، بلکہ عملی اخلاق حسنہ، احترام انسانیت، خدمت خلق اور باہمی اعتماد کی فضاء پیدا کرنا از حد ضروری ہے اور یہی وہ عناصر ہیں جو صوفیانہ روایت کا بنیادی جوہر تشکیل دیتے ہیں۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیانہ روایت کو محض ایک تاریخی اور روحانی ورثہ سمجھنے کی بجائے عصرِ حاضر کے فکری اور معاشی و معاشرتی مسائل کے حل کے لئے ایک قابل عمل ماڈل کے طور پر اپنایا جائے۔

حوالہ جات

---

1 نظام الدین اولیاء، خواجہ، فوائد الفواد، تاریخ تصوف یوسف سلیم چشتی، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب

2 سعیدی، ڈاکٹر سعید احمد، پُرامن بقائے باہمی کا فروغ صوفیاء کرام کا کردار، شاہ ولی اللہ مرکز مکالمہ چنیوٹ، س2024ھ، ص32

3 آل عمران، 31:3

4 القشیری، ابوالقاسم، الرسالۃ القشیریہ، استنبول، عثمان بک مطبعۃ، س2017ء، ص313

5 ہجویری، علی بن عثمان سید، کشف المحجوب، ص45

6 ہجویری، علی بن عثمان سید، کشف المحجوب، ص313

7 ایضاً

8 ابونصر سراج، الطوسی، اللمع فی التصوف، دہلی، محبوب المطابع، س1329ھ، ص23

9 آل عمران، 164:3

10 الزاریات، 56:51

11 الخازن، علی بن محمد، تفسیر الخازن، ط:3، دارالکتب العلیمہ بیروت 72:15-4/158

12 مسلم، امام ابوالحسین بن حجاج قشیری، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص247، ح5892

13 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج2، ص476، ح4777

14 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ح6416

15 الاسراء، 70:17

16 محمد قاسم کلیمی، مولوی مکتوباب کلیمی، مکتوبات شاہ کلیم اللہ دہلوی، مطبع مجتبائی دہی، س، ص40

17 فُصِلت، 34:41

18 میر خورد، سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الولیا، مترجم غلام احمد بریان، مشتاق بک کارنر لاہور، س، ص730

19 الاحقاف، 35:46

20 الرعد، 17:13

21 المتقی، علاالدین بن علی، کنز العمال، المکتبۃ الشاملہ، ج8، ص201، ح44154

22 الحجرات، 13:49

23 آل عمران، 64:3

24 البقرہ، 256:2

25 الزمر، 17:18،39

26 الانعام، 108،6

27 سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ برقم (45)

28 القلم، 4:68

29 ہود، 118:11